اسی طرح سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر سید عبداللہ اور صاحب زادہ حمید اللہ (پشین) کے خطوط بھی نہایت سلیقے اور احتیاط کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ ان خطوط کو بالترتیب ظفر حسین ظفر، مشتاق احمد ساقی، اعجاز نقی اور فیصل ریحان نے اصولِ تدوین کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ خطوط کے متن سے پہلے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کا جامع تعارف مع حواشی وتعلیقات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سیّد محمود الرحمٰن کے نام مشاہیر کے خطوط، عظمت حیات کی محنت کو بھی سامنے لاتے ہیں اس مقالے میں اُنیس (۱۹) مشاہیر کے نوے (۹۰) خطوط کے متن کو محفوظ کیا گیا ہے ان مشاہیر میں درج ذیل شخصیات ہیں: ابن انشا، اشرف صبوحی، جمیل جالبی، رئیس امروہوی، شاہد احمد دہلوی، عبدالماجد دریابادی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، میرزا ادیب، ہاجرہ مسرور، احمد ندیم قاسمی، تمنا عمادی حامد اللہ افسر، شفیع الدین نیر، قاضی عبدالودود، قدرت اللہ شہاب، راجا مہدی علی خان، ڈاکٹر وزیر آغا اور شاہ اسد الرحمٰن قدسی۔

ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ ''تعبیر'' میں شائع کردہ اکثر خطوط اپنی علمی، ادبی اور تاریخی اہمیت کے پیشِ نظر اُردو کے مکتوباتی ادب میں اہم اضافہ ہیں۔ فاضلانِ تحقیق تو بخوبی آگاہ ہیں کہ ان خطوط کی روشنی سے کتنے ہی حقائق بے نقاب ہوسکتے ہیں نیز سوانحی تحقیق میں یہ مسالا کتنا مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

''تعبیر'' کے مکتوبات نمبر کی ایک خاص بات جس کا تذکرہ ضروری محسوس ہوتا ہے یہ ہے کہ مقالہ نگاروں نے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے درمیان تعلق پر بھی روشنی ڈالی ہے، نیز مکتوبات کی خاص خاص باتوں کو بڑے جامع انداز سے موضوع بحث بنایا ہے۔

جناب فاضل مدیر اور ان کی ٹیم یقیناً مبارک باد کی مستحق ہے جنھوں نے ایک طرف تو مکتوبات کا ایک قابل قدر ذخیرہ پڑھنے والوں کی نذر کیا جب کہ دوسری طرف مستقبل کے کچھ نئے محققین کو اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع بھی فراہم کیا۔

نام کتاب	:	جنوب مغربی ایشیا کا علمی تناظر۔ تاریخ، تہذیب اور ادب
مدیر	:	ڈاکٹر جاوید احمد خورشید، ڈاکٹر خالد امین
ضخامت	:	اردو۳۹۴+۱۷۴ انگریزی=۵۶۸
اشاعت	:	اوّل۔ جولائی ۲۰۱۶ء
ناشر	:	ادارۂ معارف اسلامی، کراچی۔
مبصر	:	ڈاکٹر شاہ انجم

زیرِ تبصرہ مجموعۂ مقالات، دراصل ایک ارمغان علمی ہے جو ہمارے عہد کے ممتاز فاضل تحقیق پروفیسر ڈاکٹر سیّد معین الدین عقیل کی

اہم علمی وادبی خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کی ایک پسندیدہ وسنجیدہ صورت ہے۔ اگرچہ اُردو میں اعتراف خدمات کی ایسی کوئی باقاعدہ اور مضبوط روایت تو موجود نہیں ہے مگر گاہے گاہے ایسی کاوشیں ہوا کے تازہ جھونکوں کی مانند اپنی موجودی کا احساس ضرور بخشتی رہی ہیں۔

بلاشبہ ڈاکٹر سیّد معین الدین عقیل کی علمی وادبی خدمات، کیفیت اور کمیتھر دو لحاظ سے لائق مشکور اور تحسین کے قابل ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو جو ہمارے معاشرے میں اس طرح کی علمی سرگرمیاں باقاعدہ اور تسلسل کے ساتھ ایک توانا روایت کی صورت اختیار کرلے۔

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اور مرتبین کے بیان سے بھی مترشح ہے کہ ''اس ارمغان میں جنوبی ایشیا کی تہذیبی، علمی وادبی روایت کو اس لیے موضوع بنایا گیا ہے کہ یہ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے اساسی موضوعاتِ دل چسپی ہیں۔''

زیر تبصرہ مجموعۂ مقالات میں اکیس (۲۱) اُردو اور پندرہ (۱۵) انگریزی مقالات ومضامین شریک ہیں۔ لکھنے والوں میں پاک وہند کے معروف محققین کے علاوہ ترکی اور جاپان کے اسکالرز بھی شامل ہیں۔ اس ارمغان کو اعتبار بخشنے والوں میں ڈاکٹر محمد اکرام چغتائی، جناب محمد سلیم الدین قریشی، ڈاکٹر شمس بدایونی، ڈاکٹر عطا خورشید، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر طاہر مسعود، ڈاکٹر عارف نوشاہی، ڈاکٹر نجیبہ عارف، ڈاکٹر سیّد تنویر واسطی، ڈاکٹر سیّد نیر واسطی، پروفیسر محمد اقبال مجددی، ڈاکٹر سلطانہ بخش، ڈاکٹر ناصر عباس نیر، جناب فیض الدین احمد، ڈاکٹر رفاقت علی شاہد، ڈاکٹر ابرار عبدالسلام اور ماما یاکین سا کو شامل ہیں جن کے مضامین ومقالات اپنے اپنے موضوع کا بخوبی احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔

ذیل میں چند اہم مقالات کا ذکر بطور مشتے نمونہ از خروارے کیا جاتا ہے:

☆ پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مقالہ: ''شیخ اسماعیل رُشدی۔ کلیاتِ خواجہ باقی باللہ کے جامع ومدون'' کے عنوان سے ہے۔ یہ مقالہ انتقادی تحقیق کی عمدہ مثال ہے۔ کلیاتِ خواجہ تو مطبوعہ (۱۹۶۷ء، لاہور) بھی ہے اور اس کے خطی نسخے دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں بھی پائے جاتے ہیں، مگر آج تک اس کے اصل جامع ومدون کے بارے میں دنیائے علم وادب لاعلم تھی۔ فاضل مقالہ نگار نے پہلی بار علمی دنیا کو شیخ اسماعیل رُشدی کے حالات وآثار اور اُن کے مرتب ومدون کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔

☆ ڈاکٹر سلطانہ بخش کا مقالہ: ''شاہ تُراب۔ مثنوی مہ جبیں وملاّ'' قدیم اُردو کے صاحب دیوان صوفی شاعر شاہ تراب چشتی (پ ۱۱۳۰ھ) کے حوالے سے ہے۔ آپ امین الدین اعلیٰ کے پڑپوتے، پیر بادشاہ حسینی بیجاپوری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شاہ تراب مدراس کے رہنے والے ایک جہاں گشت صوفی تھے اور ترنامل میں آپ کا تکیہ تھا۔ آپ کے حالات کسی تاریخ اور تذکرے میں نہیں پائے جاتے۔

فاضل مقالہ نگار نے اپنی تحقیق وتنقید سے ان کے حالات اور ادبی کاموں سے دنیائے ادب کو روشناس کرایا ہے۔ خاص طور پر ''مثنوی مہ جبیں وملا کا میر تقی میر کی مثنوی ''دریائے عشق'' سے تقابلی مطالعہ بھی نہایت دل چسپ اور معلومات افزا ہے۔

☆ ڈاکٹر ناصر عباس نیر کا مقالہ: ''بیدل، جدیدیت ہی جدیدیت اور خاموشی کی جمالیات'' بھی ایک تنقیدی تحقیق کی روداد ہے، جس کے مطابق مرزا عبدالقادر بیدل (م۱۷۲۰ء) کو برصغیر کا پہلا جدید شاعر کہا جا سکتا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے نہایت عمدگی سے جدیدیت پر تحقیقی وتنقیدی انداز سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''جدیدیت اور مغرب نہ تو لازم وملزوم ہیں اور نہ مغربی جدیدیت کا واحد و مستند متن ہے۔ جدیدیت ایک نہیں کئی جدیدیتیں ہیں۔'' (ص۱۰۷) اسی طرح وہ خاموشی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''بیدل کے یہاں خاموشی کئی معانی رکھتی ہے، کہیں یہ قرأت کی جمالیات ہے، کہیں یہ مراقبہ ہے جو روزمرہ شعور اور اس کی منطق کی نفی سے عبارت ہے۔ کہیں یہ زبان کے اس اساسی نظام تک رسائی کا مفہوم رکھتی ہے، جہاں لفظ سازی ومعنی سازی کا جوہر پنہاں ہے۔'' (ص۱۶۰)

فاضل مقالہ نگار نے کلام بیدل سے متعدد مثالیں پیش کر کے واضح کیا ہے کہ بیدل خاموشی وکلام میں جدلیاتی تعلق قائم کرتے ہوئے خاموشی کو افضل قرار دیتے ہیں، کیوں کہ بیدل کے مطابق خاموشی اور کلام اظہار کے دو طریقے ہیں آخرالذکر بات کو مشہور جرمن نو مارکسی نقاد تھیوڈور ڈبلیو اڈورنو (م۱۹۶۹ء) کے نظریۂ جمالیات کے قریب تر قرار دیا ہے۔ (ص۱۶۴) بہرحال یہ بحث بھی خاصی دل چسپ اور معلومات افزا ہے۔

☆ جناب فیض الدین احمد کا مقالہ: ''اسلام اور عیسائیت۔ فرانسیسی مستشرق گارسیں دتاسی کا زاویۂ نظر'' بھی اہم اور چشم کشا ہے۔

فاضل مقالہ نگار کے مطابق گارسیں دتاسی کے ''ادبی کارناموں کا احوال تو فرانس، ہندوستان اور پاکستان میں لکھے گئے مقالوں اور نامور محققین کی تحریروں میں تفصیلاً ملتے ہیں لیکن ایک اہم پہلو جسے محققین نے عموماً نظرانداز کیا، وہ عیسائی مذہب کا پرچار کرنا ہے۔'' (ص۳۱۲) اس مقالے کو پڑھ کر فورٹ ولیم کالج کے حوالے سے استاذی ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم کا بیش قیمت مقالہ یاد آ جاتا ہے۔ جس میں آپ نے نہایت عرق ریزی سے کالج کے قیام کے اصل محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔

☆ اسی طرح محمد اکرام چغتائی کے مدونہ ''اسپرنگر کے خطوط بنام سرایچ ایم ایلیٹ'' خاصے کی چیز کہی جا سکتی ہے۔ بلاشبہ ان خطوط کا پیش کردہ تعارف ومتن نہایت عالمانہ انداز کا ہے۔ سرایچ ایم ایلیٹ مشہور مستشرق اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک اہم ملازم تھے جنھوں نے اودھ کے شاہی کتاب خانے میں موجود علمی، ادبی، تاریخی اور دینی کتابوں کی فہارس تیار کروائیں۔ اسی کام کے سلسلے میں اسپرنگر نے ایلیٹ سے جو خط وکتابت کی تھی ان میں سے دس اہم غیر مطبوعہ خطوط کے متن مع تعارف وحواشی اس ارمغان کے توسط سے نذر قارئین کیے گئے ہیں۔ یہ کہنے میں باک نہیں کہ ان خطوط کے واسطے سے مسلم انڈیا کے علمی وادبی اور تہذیبی وثقافتی منظرنامے کی ایک متاثر کن جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔